اصلاحی مواعظ (۲۳)

ختم بخاری شریف

قرآن کریم کے بعد روئے زمین پر سب سے صحیح ترین کتاب کی آخری
حدیث کی تشریح اور اسکی سند و متن پر انتہائی جامع بیان

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

ختم بخاری شریف

قرآن کریم کے بعد روئے زمین پر سب سے صحیح ترین کتاب کی آخری
حدیث کی تشریح اور اسکی سند اور متن پر انتہائی جامع بیان'

جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۴۳۸۳

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

وعظ : جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
موضوع : ختم بخاری شریف
ضبط وترتیب : محمد ناظم اشرف (فاضل دارالعلوم کراچی)
مقام : جامعہ امدادیہ فیصل آباد
باہتمام : محمد ناظم اشرف
ناشر : بیت العلوم ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔
فون نمبر: ۷۲۵۳۳۸۲

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم : ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور
ادارہ اسلامیات : ۱۹۰ انارکلی لاہور
ادارہ اسلامیات : ارجن بلڈنگ، موہن روڈ، چوک اُردو بازار کراچی
دارالاشاعت : اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت القرآن : اردو بازار کراچی نمبر۱
ادارۃ القرآن : چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف : ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم : جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم بخاری شریف

بعد از خطبہ مسنونہ بزرگان محترم اور برادران عزیز!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

ایک حادثہ

اس جامعہ کے نہایت شفیق استاذ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے اور علم وعمل کے آسمان حضرت مولانا محمد مجاہد صاحب کے ساتھ سال کے دوران ایک حادثہ پیش آیا تھا وہ یہ کہ جمعہ کے دن وہ ظالموں کے ہاتھوں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے (اللہ تعالیٰ ان کو درجات عالیہ سے نوازے) آمین۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مشیّت ہے کہ جس کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوجوانی میں ان کو شہادت کے اس بلند مقام پر فائز فرمایا ہے جس کی تمنا بڑے بڑے اولیاء کرام اور بزرگان دین نے کی دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت

برکاتہم کو صبر اور حوصلہ کا اعلیٰ مقام عطاء فرمایا اس لیے ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اس مجلس میں ان کے رفع درجات اور ان کے پسماندگان کیلئے صبر جمیل اور اجر جزیل کی دعا کریں۔

حدیث کی روایت کی حفاظت

ختم بخاری شریف کے اس مبارک موقعہ پر جو آخری حدیث تلاوت کی گئی اس کے بارے میں کچھ گذارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حدیث کے سلسلے کا ایک غیر معمولی مظاہرہ یہ ہے کہ امت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو یاد رکھا بلکہ احادیث کی حفاظت کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی ایک ایک ادا کو محفوظ رکھنے اور تا قیامت آنے والے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ حضور اقدس ﷺ سے جیسے سنا، اسی کیفیت سے اپنے شاگردوں کو بتایا۔ اگر جناب رسول اللہ ﷺ نے کوئی بڑی حدیث ارشاد فرماتے وقت تبسم فرمایا تھا تو سننے والے جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو تبسم فرما کر دکھاتے، اگر آنحضرت ﷺ نے کسی صحابیؓ کو ارشاد فرماتے وقت اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا تو ان صحابیؓ نے وہ حدیث اپنے شاگرد کو سناتے وقت بالکل اسی طریقے سے ہاتھ

میں ہاتھ لیکر سنائی اور پھر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔

حدیث مسلسل بالاولیہ

طلباء حدیث ایسی بے شمار احادیث جانتے ہیں جن کو ''حدیث مسلسل'' کہا جاتا ہے اور وہ اسی تسلسل کے ساتھ چلتی رہیں۔ انہیں میں سے ایک حدیث ''مسلسل بالاولیہ'' کہلاتی ہے، یعنی وہ حدیث ایسی ہے کہ جب بھی کوئی طالب علم، کسی استاذ سے حدیث پڑھنے جاتا تو استاذ جس حدیث کو سب سے پہلے پڑھاتا ہے وہ حدیث ''مسلسل بالاولیہ'' کہلاتی ہے اور یہ سلسلہ حضرت سفیان بن عیینہ سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے۔

تو گذشتہ سال کے اور اس سال کے فارغ التحصیل طلباء نے فرمائش کی ہے کہ آخری حدیث سے پہلے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھاؤں تاکہ سب سے پہلی حدیث جو میں آپکو سناؤں اس کا سلسلہ حضرت سفیان بن عیینہؒ سے ملتا ہو۔ میں نے یہ حدیث تین اساتذہ کرام سے سنی ہے۔ ان میں پہلے حضرت شیخ حسن صاحبؒ ہیں جو کہ مالکی ہیں اور مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں درس حدیث دیا کرتے تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سب سے پہلے مجھے یہ حدیث سنائی (جو آگے آرہی ہے) اور دوسرے حضرت شیخ عبدالفتاح

صاحبؒ ہیں علم حدیث کا ہر طالب علم ان کو جانتا ہے اور حال ہی میں ان کا انتقال ہوا ہے، ان سے بھی میں نے پہلے یہی حدیث سنی ہے۔ اور تیسرے حضرت شیخ محمد یاسین صاحبؒ ہیں جو کہ مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے، ان سے بھی میں نے پہلے یہی حدیث سنی ہے جو کہ یہ ہے۔

﴿عن عبد الله بن عمر و بن العا ص رضی الله عنهما قال ! قال رسول ﷺ الراحمون يرحمهُم الرحمن تبارك و تعالىٰ ارحموامن فى الارض يرحَمْكُم مَنْ فى اسمآء﴾

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں، رحمٰن ان پر رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی عن عبداللہ بن عمرو)

اس حدیث سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حدیث کے طالب علم کو سب سے

پہلا درس دینے کیلئے محدثین کرام نے ایسی حدیث کا انتخاب فرمایا ہے جو سراسر رحم پر مبنی ہے۔ میں اس حدیث کی اجازت اپنے تمام طالبعلموں کو پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکات ہم سب کو عطا فرمائیں۔ آمین

صحیح بخاری کا ایک عجیب طرز

صحیح بخاری کا یہ آخری باب اور آخری حدیث ہے، امام بخاریؒ کے مطالب بھی عجیب وغریب ہیں کہ انہوں نے صحیح احادیث تو اپنی کتاب میں جمع فرمائی ہی ہیں لیکن تراجم الابواب کا حسن بھی خوب ہے یعنی باب کے عنوان اس طرح قائم کیے ہیں کہ ہر باب کا عنوان ایک مستقل فقہی یا کلامی مسئلہ یا ایک پیغام ہے جو امام بخاریؒ امت مسلمہ کو دینا چاہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب میں جو آخری کتاب قائم فرمائی ہے وہ ''کتاب التوحید'' ہے۔ اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ توحید تو ایمان کا سب سے پہلا اور جزءِ اعظم ہے، اور کتاب الایمان میں توحید کا ذکر بار بار آچکا، پھر آخر میں کتاب التوحید کو دوبارہ قائم کرنے کا بظاہر کوئی مقصد نظر نہیں آتا، لیکن اس سے امام بخاریؒ یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ایک مسلمان کی زندگی کا آغاز بھی کلمۂ توحید سے ہوتا ہے اور اسکی زندگی کا اختتام بھی کلمۂ توحید سے ہونا چاہیے۔

آغاز اور اختتام کلمہ ءتوحید پر

کلمہ ءتوحید سے زندگی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے کان میں سب سے پہلے جو کلمات ڈالے جاتے ہیں وہ ہیں۔ " اشھدان لااله الاالله واشھدان محمد الرسول الله "اور اسکے کان میں اذان دی جاتی ہے جو سراسر کلمہ ءتوحید ہے، یہ ایمان کا پہلا بیج ہے جو اسکے کان کے ذریعے اسکے قلب میں اتارا گیا۔ پھر سارا معرکہ ءزندگی سر کرنے کے بعد، سرد و گرم چکھنے کے بعد اور دنیا کے تمام جھمیلوں سے گذرنے کے بعد مسلمان کی زندگی کا اختتام بھی اس طریقے سے ہوتا ہے کہ مرنے والے کے آس پاس بیٹھنے والے لوگوں کو حکم ہے کہ وہ اسکو کلمہ ءتوحید کی تلقین کریں۔ تلقین کا معنی یہ نہیں ہے کہ کسی سے کہا جائے کہ تم کلمہ ءپڑھو بلکہ تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو اسکی زندگی کے آخری لحات میں دیکھو اور سمجھ لو کہ اب یہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہے تو تم خود کلمہ ءپڑھنا شروع کردو تا کہ اسکو یاد آ جائے اور وہ آخری بات جو زبان سے نکالے وہ کلمہ ءتوحید ہو۔

اور حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا آخری کلمہ'' لااله الاالله'' زبان سے نکلے تو وہ جنت میں جائے گا۔

حدیث کے بغیر قرآن کا سمجھنا ناممکن ہے

امام بخاریؒ کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہر باب میں کوئی نہ کوئی قرآنی آیت لاتے ہیں اور اس کے بعد حدیث ذکر کرتے ہیں جسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم سرورِ دو عالم ﷺ کی حدیث خواہ قولی ہو یا فعلی، اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفصیل ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنا ہے تو وہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ جو آدمی یہ چاہے، یا دعویٰ کرے کہ میں حدیث ﷺ کی مدد کے بغیر قرآن کو سمجھ لوں گا تو وہ درحقیقت نزولِ وحی اور اس دنیا میں پیغمبروں کی بعثت کے فلسفہ ہی سے جاہل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب بھی اپنا کلام بھیجا تو ساتھ میں کسی پیغمبر کو بھی بھیجا اس لیے کہ اس کلام کو تم خود نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

﴿ لتبین للناس ما نزل الیھم ﴾

(پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۴۴)

جن پر ہم نے قرآن اتار، ان کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ لوگوں کو اس کی تفسیر کر کے بتائیں، چنانچہ تم ان کی تعلیمات کی روشنی میں قرآن کو پڑھو اور

اگر تم نے حدیث سے قطع نظر کر کے سرکار دو عالم ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور ڈکشنری کی مدد سے قرآن سمجھنے کی کوشش کی تو قرآن تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔

پیغمبر کو بھیجنے کی ایک ظاہری حکمت

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو حضرت عائشہؓ فرمایا

﴿کان خلقه القرآن﴾

''آپ کا اخلاق قرآن تھا (یعنی آپ ﷺ قرآن کی عملی تفسیر تھے)''

تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد درحقیقت یہ ہوتا ہے کہ وہ احکام الٰہی کی تفسیر کریں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ قرآن جو اللہ کی طرف سے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتا ہے، اگر اللہ نے ہمیں ہدایت دینی تھی تو براہ راست کیوں نہ ہدایت دیدی؟

دراصل پیغمبر کو اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ اگر صرف کتاب ہر آدمی پر نازل کر دی جاتی تو وہ اپنی سمجھ سے اس کو انجانے کیا سمجھتا؟ اور کس طرح اس پر عمل کرتا؟ دراصل پیغمبر کا کام ہوتا ہے

﴿يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾

''کہ وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں'' (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

لیکن لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اگر اللہ کی کتاب کافی ہوتی تو کسی پیغمبر کو بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔

قرآن کے ساتھ حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کی وجہ

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾

''ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیجی ہے کہ جو مبہم نہیں اور نہ ہی مجمل ہے بلکہ کتاب مبین (واضح کتاب) بھیجی ہے'' (پ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۱۵)

اس پر اعتراض ہو سکتا تھا کہ جب واضح کتاب بھیج دی تو اس پر تشریح کی کیا ضرورت تھی؟ یاد رکھیں! اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود سمجھایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی عالیشان کتاب ہو لیکن اندھیرا ہو، نہ سورج کی روشنی ہو اور نہ دن کی روشنی، نہ چراغ کی روشنی ہو اور نہ بجلی کی روشنی، تو کیا وہ کتاب تمہارے کام آئے گی؟ کیونکہ روشنی کے بغیر فائدہ تو دور کی بات تم اس کو پڑھ ہی نہیں سکتے، اور پھر ان چیزوں کے موجود ہونے کے بعد خدانخواستہ تمہارے

پاس آنکھ ہی نہیں تو وہ کتاب تمہارے لیے کارآمد نہیں ہوسکتی تھی اسی لیے ہم نے اس کتاب مبین کے ساتھ ایک نور بھیج دیا اور وہ نور ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی تفسیر وتشریح اور تعلیم۔

مقصد بعثت رسول ﷺ

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقصد کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

"آپ ﷺ کو اس لیے بھیجا تاکہ آپ ان کو پاک صاف کریں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں"

قرآن حکیم میں کہیں "یعلمهم" پہلے ہے اور کہیں "یزکیهم" اس کی وجہ مفسرین کرام نے یہ لکھی ہے کہ جہاں "یزکیهم" پہلے ہے وہاں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اس کتاب کو سمجھنے سے پہلے انسان کا دل پاک صاف ہونا چاہئے اور اگر دل میں طلب اور اسلام نہیں تو وہ حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات سے بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

اعمال کا وزن کہاں جائے گا؟

یہاں پر امام بخاریؒ نے یہ آیت ذکر فرمائی:

﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيمة﴾

(پ ۱۷ سورہ الانبیاء آیت نمبر ۴۷)

" کہ ہم قیامت کے دن لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے فیصلے کیلئے ترازویں لگائیں گے اور ان ترازوں میں انسان کے اعمال کو تولا جائے گا"

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ترازووں میں کوئی اجناس مثل گندم اور چاول نہیں تولی جائیں گی اور نہ ہی انسانوں کو تولا جائے گا بلکہ بقول امام بخاریؒ بنی آدم کے اعمال و اقوال کو تولا جائے گا۔ اشارہ اس بات کی طرف مقصود ہے کہ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اس پر کچھ اعمال فرض، واجب، سنت او مستحب کے درجے میں لاگو کر دیئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے کتاب الایمان قائم کی، اس کے بعد کتاب العلم، اس کے بعد کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج،

نکاح، طلاق اور بیع کے بارے میں ابواب قائم کیے، پھر معاملات، معاشرت اور اخلاقیات وغیرہ جتنے احوال بھی انسان کی زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں ان تمام اعمال کے بارے میں ابواب قائم کرنے کے بعد آخر میں کہتے کہ " ان اعمال بنی آدم و قوله یوزن" تاکہ یاددہانی کرادیں کہ اعمال اور اقوال کا وزن ہوگا۔ اور یہ بھی یادرکھیں کہ اعمال میں وزن کس طرح پیدا ہو؟ اس لیے ہر عمل کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا ہوگا کہ اللہ جل شانہ کے سامنے حاضری کے وقت اس عمل کو تولا جائے گا مثلاً نماز تو پڑھ لی لیکن اس میں دکھاوا شامل ہو گیا تو عمل ہونے کے باوجود اس میں وزن نہ رہا۔

اعمال کے اندر وزن پیدا کرنے کا طریقہ

یادرکھیں! اعمال کے اندر وزن دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک صدق سے اور دوسرا اخلاص سے۔ صدق کا معنی یہ ہے کہ عمل سنت اور شریعت کے مطابق کرے اس کے برخلاف کی صورت میں اعمال کے اندر وزن پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور اخلاص کا معنی یہ ہے کہ اس میں مخلوق کی رضا شامل نہ ہو بلکہ خالق کو راضی کرنا مقصود ہو لہٰذا جو بھی عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہو اسے سنت سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت بن جاتا ہے۔ اور بدعات بظاہر تو بڑی

اچھی نظر آتی ہیں مثلاً ایک آدمی کے مرنے کے بعد اس کا تیجہ، دسواں یا چہلم کر دیا جائے تو بظاہر اس میں کیا حرج ہے؟ قرآن ہی تو پڑھا گیا، دعوت ہی تو کی گئی اور غریبوں کے ساتھ ساتھ امیروں کو بھی کھلا دیا تو کیا فرق پڑ گیا؟ تو سن لیجیے کہ حرج یہ ہے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے اور جو کام سنت کے مطابق نہ ہو تو اسمیں وزن نہیں ہوتا اور جس عمل میں وزن نہ ہو وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔

بدعت کی ایک آسان مثال

میں اس کی مثال یوں دیا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ مغرب کی نماز میں تین کی بجائے چار رکعتیں ہونی چاہیں، لہذا وہ تین کو نامکمل سمجھتے ہوئے چار رکعتیں پڑھ لیتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کی چوتھی رکعت بیکار ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں وہ تین بھی ضائع ہو جائیں گی، کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے حکم اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔ بہت سے کفار و مشرکین کے دل میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کا مقصد بھی خدا کو راضی کرنا ہوتا ہے، گنگا کے کنارے جا کر دیکھیے کہ کتنے ہی آدمی ایک ٹانگ پر کھڑے ہیں اور کتنے ہی مہینوں تک کھانا نہیں کھاتے اور طرح طرح کے مجاہدات میں

لگے رہتے ہیں۔تو بظاہران کا مقصد بھی خدا کو راضی کرنا ہوتا ہے لیکن چونکہ طریقہ صحیح نہیں اس لئے ان کے ان مجاہدات کا کوئی فائدہ نہیں۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

''کیا میں بتاؤں کہ اس دنیا میں سب سے زیادہ نقصان میں کون لوگ ہیں؟ جن کی محنت اس دنیا میں رائیگاں گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم نے اچھا کام کیا'' (پ۱۶سورۃ الکیف آیت نمبر۳۔۱۰۴۔۱)

تو اگر صدق یا طریق سنت سے محروم ہوتو اسکا کوئی فائدہ نہیں قرآن پاک فرماتا ہے۔

﴿وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾

''جو عمل انہوں نے کیے، ایمان اور علاوہ اس

طریقے کے جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے بتایا
تو وہ سارے اعمال ہم قیامت کے دن ایسے
کردیں گے جیسے اڑتا ہوا غبار"

(پ۱۹ سورۃ الرفقان آیت نمبر ۲۳)

ہدیہ دیتے وقت بھی اچھی نیت کرلیں

بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ یہ جو تم ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے ہو، جس کی ترغیب بھی رسول ﷺ نے دی کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو، اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ تو اس وقت بھی دل میں مقصد اللہ کو راضی کرنا ہو اور دل میں سنت نبوی ﷺ کی نیت کرے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکی طرف سے کسی جواب کا انتظار نہیں ہوگا اور اس میں وزن پیدا ہوگا۔ لیکن اگر دینے کا مقصد لینا یا لوگوں کے سامنے تعریف کرانا ہو تو اس میں اخلاص نہ رہا جسکی وجہ سے اس میں وزن نہ رہا۔

اخلاص عظیم دولت ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ یہ جو اعزہ

واقرباء میں لڑائیاں اور جھگڑے ہوئے ہیں اسکا ایک بنیادی سبب یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعزہ سے توقعات وابستہ کیے ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی اپنی توقعات کو صرف اللہ کے ساتھ وابستہ کرلے تو انشاء اللہ وہ باعث اجر ہوگا اور اسے کوئی رنجش، شکوہ، اور کوئی گلہ نہیں ہوگا اس لیے اخلاص بڑی عظیم دولت ہے۔

تو امام بخاریؒ اپنی آخری کتاب میں بیان فرمارہے ہیں کہ یہ جتنی عبادات میں پیچھے بیان کرچکا ہوں ان تمام اعمال کو انجام دیتے وقت نیت درست کرلو کہ میں یہ عمل اللہ جل شانہ کی رضاجوئی کے لیے کررہا ہوں تاکہ مباح کام (وہ کام کہ جن پر بظاہر نہ ثواب ہو اور نہ گناہ) بھی درست نیت سے باعث اجرو ثواب بن جائیں۔

لوگوں کی عام حالت

یہاں یہ بات بھی واضح کرتا چلوں آجکل کہ لوگ بہت کثرت سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حدیث میں ہے ''انما الاعمال بالنیات'' کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور اس حدیث کی آڑ میں یہ سوچ کر ہر طرح کے ناجائز کام کررہے ہیں کہ ہماری نیت تو صحیح ہے۔ مثلاً سود

کا معاملہ میں لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ذریعے اپنے اہل وعیال کے لیے کھانے، پینے کا انتظام کریں گے اسی لیے یہ جائز ہوا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اس حدیث میں وہ اعمال مراد ہیں جو کہ جائز ہوں۔ ناجائز اور حرام کام خواہ کتنی ہی اچھی نیت سے ہوں وہ کبھی جائز اور حلال نہیں ہو سکتے۔ کوئی آدمی غریبوں میں مال تقسیم کرنے کی نیت سے چوری کرتا ہے تو یہ اچھی نیت چوری کے حلال ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

غرضیکہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلا کہ قیامت کے دن ترازو دیں قائم کی جائیں گی جس میں اعمال تولے جائیں گے۔ پھر آگے "وقوله" فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اعمال کے ساتھ ساتھ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بھی تولے جائیں گے۔

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ انسان کو جہنم میں اوندھے منہ گرانے والی چیز انسان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں اور لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ زبان سے الفاظ نکالتے ہوئے سوچتے ہی نہیں اور مفت کا عذاب سر لیتے ہیں۔

بخاری کی آخری حدیث

آخر میں بخاریؒ شریف کی آخری حدیث اس طرح ہے

﴿عن ابی ہریرہؓ قال! قال رسول ﷺ کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان الله و بحمده سبحان الله العظیم﴾

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو رحمان کو محبوب ہیں۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ اسمائے حسنیٰ میں صرف رحمٰن کو اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے خاص کیا ہے کہ جب یہ رحمٰن کو محبوب ہیں تو جو شخص یہ کلمے پڑھے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ آگے فرمایا کہ" خفیفتان علی اللسان "" زبان کے اوپر بہت ہلکے ہیں" دل میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب زبان پر ہلکے ہیں تو میزان میں بھی ہلکے ہوں گے تو آگے فرمادیا "ثقیلتان فی المیزان" کہ

میزان عمل میں انکاوزن بہت ہے۔اس حدیث میں ان دو۲ کلمات کے تین ۳ وصف بیان فرمائے گئے ہیں کہ رحمٰن کو محبوب، زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں وہ دو ۲ کلمے یہ ہیں "سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم" یہ جو قرآن اور حدیث میں اعمال کی فضیلت بیان کی جاتی ہے اس کا فائدہ بظاہر نظر نہیں آتا لیکن ان سب کی فضیلت اور نور قیامت کے دن ظاہر ہوگا اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مادہ پرستی سے مبّرا رکھا ہے وہ ان کلمات کی تاثیر کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔

ایک کلمہء حمد کی تاثیر

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے ﴿ربنا لک الحمد﴾ کے ساتھ ﴿الحمد للہ حمد اکثیر طیبا مبارکافیہ﴾ کہدیا تھا تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس نے پڑھا تھا؟ ان صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے پڑھا تھا! جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسا کلمہء پڑھا ہے کہ ستر ۷۰ سے زیادہ فرشتے اس کلمے کو پکڑنے کے لیے دوڑے تاکہ میں سب سے پہلے اسکو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں۔تو ان اعمال کی قدر ترازو دیں قائم ہونے کے وقت آئے گی۔

اس کلمہ سے خشیت باری پیدا ہو جاتی ہے

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۱۰۰ مرتبہ صبح اور ۱۰۰ مرتبہ شام کو پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اس کلمے کی خاصیت بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ پہلا کلمہ (سبحان اللہ وبحمدہ) اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور دوسرا کلمہ (سبحان اللہ العظیم) سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار ہے۔ تو پہلا کلمہ صفت کمال کو اور دوسرا کلمہ صفت جلال کو واضح کرتا ہے۔ تو جس ذات کے اندر جمال و کمال کی صفت پائی جائے اس ذات کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ اور جس ذات کے اندر جلال ہو تو اسکا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب محبت اور خوف پیدا ہو جائے گا تو خشیت آجائے گی اور انسان کی زندگی کو سنوارنے کے لیے یہ چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو اس کلمہ کو سمجھ کر پڑھنے اور اسکی نورانیت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

﴿وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین﴾
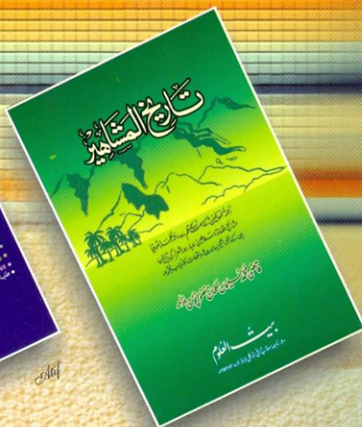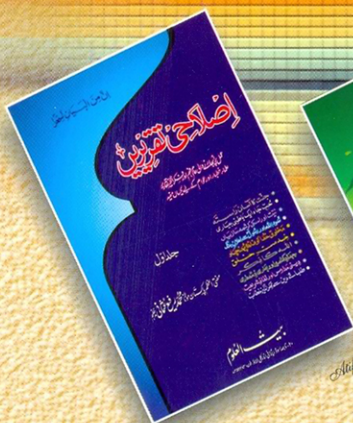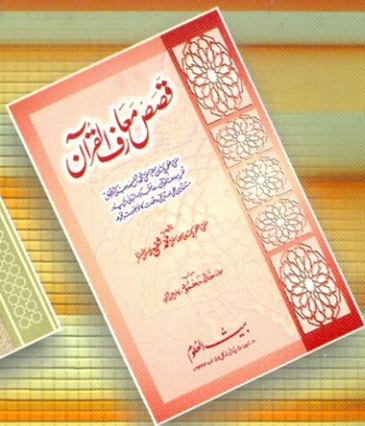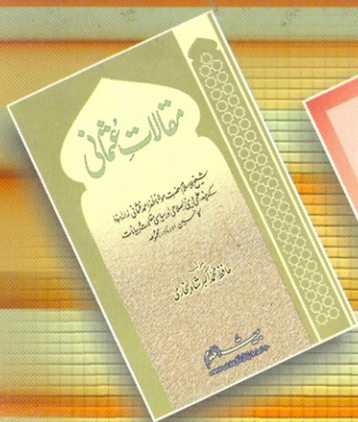
مقالاتِ عثمانی
قصص معارف القرآن
اصلاحی تقریریں
تاریخ المشاہیر
بیت العلوم
قرآنِ مجید اور اسلامی کتابوں کا مرکز